☆مہرین جہانگیر/ڈاکٹر عاصمہ رانی

تفکرات اقبال میں کونیات کے مباحث

Confabulation of Cosmos in Contemplations of Iqbal

Abstract:

Iqbal considered it essential to convey his thoughts to the younger generation through his speeches. His poetry and sermons both aimed to understand the conscious effort to comprehend the thought-provoking discussions that spanned from the beginning to the end of human existence. These works essentially sought to elevate human consciousness, expressing the foundation of religion as spirituality.One of the subjects among these themes is his conception of the cosmos. According to Iqbal, it is necessary for the human race to make every possible effort to understand the mysteries of planet Earth. Iqbal's thoughts, ideas, and practical sphere prove to be immensely helpful at every level in understanding the manifestations of human nature. The subject of this article is the concept of the elevation of the cosmos. To encompass the vastness of this subject, an attempt will be made to understand the poetry of Iqbal and his Sermons.

Key words: Cosmos, Immensity, Consciousness, Manifestation, Elevation, Vastness, Sermons, Reformation, Spirituality

حضرت اقبال کی شخصیت ان اسرار و رموز پر مبنی ہے کہ جن کی افہام و تفہیم کے عمل سے گزرتے ہوئے مرد مومن کی تکمیل ممکن ہوتی ہے۔ان کی شاعری کی تحیر آمیزی ان کی نثر پر غور و فکر دراصل اصلاح مسلمان کی دیرینہ فکر و کاوش ہے۔انہوں نے احیائے امت

☆وزیٹنگ لیکچرار، گورنمنٹ صادق کالج ویمن یونیورسٹی بہاول پور

☆☆اسسٹنٹ پروفیسر، صدر شعبہ اردو، گورنمنٹ صادق کالج ویمن یونیورسٹی بہاول

مسلمہ کی جستجو کو مد نظر رکھتے ہوئے پُر مغزوپُر معنی موضوعات پر نہ صرف اردو شعری روایت کا دامن جدت وندرت پر مبنی موضوعات سے مالا مال کیابلکہ انہوں نے اپنے تفکرات کو خطبات کے ذریعے نوجوان نسل تک پہنچاناضروری سمجھا۔اقبال کی شاعری اور خطبات دونوں میں انسان کی ابتدا سے اختتام تک قریباہر پہلو پر مدلل مباحث کو سمجھنے کی شعوری کاوش ہی دراصل معراج انسانی کی بقاہے۔جن میں مذہب کی اساس کو معنویت کے روپ میں بیان کیا گیاہے۔انہی موضوعات میں سے ایک ان کاتصور کائنات ہے۔ان کے نزدیک نسل انسانی کے لیے لازم وملزوم ہے کہ وہ کرہ ارض کے راز کو سمجھنے کی ہر ممکن سعی کرے۔اقبال کی سوچ فکر اور داعی راہ عمل مظاہر فطرت کو سمجھنے میں ہر سطح پر ممدو معاون ثابت ہوتے ہیں۔اس مقالے کاموضوع تصور ارتقائے کائنات ہے۔اس موضوع کی وسعت کو سمیٹنے کے لیے کلام اقبال اور ان کے خطبات کو سمجھنے کی ہر ممکن سعی کی جائے گی۔

انسانی تحقیق کے مطابق تحیرو تجسس فکر انگیزی وہ عناصر جو ہر دانش مند رکھنے والے اذہان کو متاثر کرتے ہیں۔انسان اپنی پیدائش سے بستر مرگ تک کرہ ارض پر غور وفکر کے باعث ہی آگے بڑھاہے۔اس کی بنیادی وجہ کھوج کچھ کر دکھانے کی صلاحیت اور سب سے بڑھ کر احیائے ابن آدم کو بچانے کی عملی کوشش ہے۔کسی بھی معاشرے میں جمود حرکت وعمل پر اثرانداز ہونے لگے تو کچھ ایسی شخصیات دنیا کے نقشے پر ابھرتی ہیں جو اپنے علم وعمل سے انسانیت کو درپیش مسائل کا نہ صرف حل تلاشتی ہیں بلکہ ایسے لائحہ عمل تیار کرتی ہیں جن کی بدولت روشن مستقبل کا خواب شرمندہ تعبیر تک پہنچتاہے۔اقبال کی شاعری میں بے شمار موضوعات پر مفکرانہ اور مدلل انداز سے کی گئی گفتگو اس بات کی عکاس ہے۔ان کے پیش نظر مسلم امہ کے وہ مسائل جن کا حل ضروری تھا۔انہوں اپنے تمام تر اشعار پر انسان کو اپنی معنویت تلاشنے اور اپنی ذات کو کھوجنے کا درس دیا۔وہ غور وفکر اور تدبرانہ مزاج کی حامل شخصیت رکھتے تھے لہذا انہوں نے ہر ذی روح کو اپنے وجود کو سمجھنے اوررب کی ذات تک رسائی کا حکم دیا۔اس کائنات میں اللہ کی ذات کو سمجھنا بہت ضروری ہے۔

اللہ کی تلاش جو کہ لاحد ہوتی ہے، یہ ایک عمیق اور سنگین موضوع ہے۔بہت سے لوگوں کی زندگی کا مقصد اور معنی یہی ہوتا ہے کہ وہ اللہ تک پہنچیں، اس سے تعلق قائم کریں۔ اللہ کو تلاش کرنا ہماری روحانی ضرورت کو پورا کرتا ہے۔آدمی کی روح میں اللہ کی خوبصورتی اور عظمت کے لئے کچھ خواہش ہوتی ہے جس کی پوری کرنے کے لئے وہ اللہ کو تلاش کرتا ہے۔تلاشِ باری تعالی کی ترقی اور خواہشیں مختلف لوگوں کے لئے مختلف ہوسکتی ہیں۔کچھ لوگ بس اپنی دنیاوی زندگی کو قابل قبول بنانے کی تلاش میں ہوتے ہیں، جبکہ کچھ لوگ ذہنی اور روحانی پرسکونیوں کو حل کرنے کی تلاش میں ہوتے ہیں۔

اللہ کی تلاش کو ہر شخص اپنے طریقے سے کرتا ہے۔ کسی کو نماز، روزہ اور زکٰوۃ کے ذریعے اللہ کے قرب کی تلاش ہوتی ہے جبکہ کسی کو قرآن پاک کی تلاوت اور دلی طور پر اس کی تفسیر کی تلاش ہوتی ہے۔ کچھ لوگ صوفی ادیان کی تشریفات پر عمل کرتے ہیں اور اللہ کو ان کے ذریعے پہچاننے کی کوشش کرتے ہیں اور یہ دنیاوی مقام سے روحانی مقام کی طرف سفر کرنے کا طریقہ ہے۔

اس کے علاوہ جس دوسرے موضوع پر اقبال نے اپنے نادر خیالات کا اظہار کیا ہے کائنات اس کی ابتدا کے مباحث اس کی حقیقت اور سب سے بڑھ کر انسان کی اس میں موجودگی کے مباحث ہیں۔ اقبال کے موضوعات میں تصور ارتقائے کائنات ایک اہم موضوع ہے۔ ان کے کلام میں وسعتِ نظر، عمیقِ معنوں اور بلندیِ احساس کا اظہار موجود ہوتا ہے۔

اقبال کی سوچ میں تصور ارتقائے کائنات کی تشریح ایک مکمل فلسفیانہ نظریہ کو ظاہر کرتی ہے۔ وہ یقین رکھتے تھے کہ انسانیت کا اصل مقصد اور کامیابی اپنی روحانی ترقی میں ہے۔ اقبال معتقد تھے کہ ہماری روح کا رابطہ خدا سے ہوتا ہے اور ہمیں متفکر اور روحانی شخصیت بننے کی صلاحیت دی گئی ہے۔ اقبال کے پیش نظر موضوعات میں تصور ارتقائے کائنات کا اطلاق عام طور پر دو چیزوں پر ہوتا ہے:

انسانی جماعت کی ترقی اور انفرادی انسانیت کے فرد کی ترقی پر۔ یہ موضوع ہر انسانی وجود کو ارتقاء کی سفر میں مبتلا کرتا ہے۔ اقبال کی تفکرات میں، کائنات کے عظمت، خلاقیت اور جمال کا حوصلہ اتنا بلند ہے کہ وہ اس کی تعریف اور تحسین کرتے رہتے ہیں۔ وہ انسانیت کو بے مثال قوت اور استعداد کی وجہ سے نیکی کی تلاش کرنے کا مشوق بناتے ہیں۔ ان کے کلام میں کائناتی تجربات کا باعث بن کر، ہم ماحول کی حفاظت کے اہمیت پر زور دیتے ہیں۔ اقبال کے تصورات میں تصور ارتقائے کائنات ایک فلسفیانہ نظریہ ہے جو انسانی ترقی کے معنوں کو پیش کرتا ہے۔ اقبال کی شاعری سے مباحثِ کائنات پر بھی اشعار دیکھے جاسکتے ہیں۔

اس کائنات کی ابتدا اور اس میں موجود تمام عناصر انسانی سوچ میں چھپے فلسفیانہ مباحث کے در وا کرنے میں مدد و معاون ثابت ہوتے ہیں مگر انسان بعض دفعہ ان مواصل پر توجہ نہیں دیتا۔ اقبال نے اپنے کلام میں بارہا انسانی ذات کے مسائل کے حل کو کائناتی مباحث سے سمیٹنے کی کوشش کی ہے اور بارہا انسان کو سوچنے، تدبرانہ روش ایثار کرنے اور اپنے اندر چھپے کرب واذیت کو سکون میں ڈھالنے کی تلقین کی ہے۔

یوں تو اقبال کے ہاں بے شمار امثال اس نکتے کی وضاحت کر سکتی ہیں مگر یہاں اس بات کی حقیقت بیان کرنے کے لیے چند امثال درج کی جاتی ہیں۔ پہاڑ قدرت کا وہ انمول تحفہ ہیں جن کی موجودگی جاہ و جلال و شکوہ اور عظمت کا نشان ہے۔ اقبال نے ان امثلہ میں انسان کو غفلت کا شکار قرار دیا ہے۔

امتحانِ دیدۂ ظاہر میں کوہستاں ہے تُو
پاسباں اپنا ہے تو، دیوارِ ہندُستاں ہے تُو

مطلعِ اوّل فلک جس کا ہو وہ دیواں ہے تُو

سُوئے خلوت گاہِ دل دامن کشِ انساں ہے تُو (۱)

اللہ نے پہاڑوں کو زمین پر اس لیے بنایا تاکہ زمین کا توازن برقرار رہے مگر اقبال انسان کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ ان پر غور و فکر سے یہ ثابت کرے کہ یہ کب سے موجود ہیں اور ان کا مقصد آخر کیا ہے؟ کیا یہ محض توازن کے لیے ہیں؟ یا اس بات کی دلیل ہیں کہ کوئی ان کی تسخیر کرے اور اس میں نشانیاں تلاشے۔

صبح جو امید و خوشی انبساط اور مسرت کا باعث ہے جو ثابت کرتی ہے کہ اندھیرے کے بعد روشنی ہے ہر ظلمت شب کا اختتام صبح امید ہے اقبال اس کے ذریعے جینے کا نیا راستہ دکھاتے ہیں اور انسان کے تمام جذبات کو قدرت کے یہ انمول شاہکار دور کرتے نظر آتے ہیں۔ مثلاً:

؎ اُجالا جب ہوا، رخصت جبین شب کی افشاں کا

نسیم زندگی پیغام لائی صبح خنداں کا

طلسمِ ظلمتِ شب سُورۂ والنُّور سے توڑا

اندھیرے میں اُڑایا تاجِ زر شمعِ شبستاں کا (۲)

یعنی سَحر باعثِ راحت، سکون اور سوچ کو فرحت بخش احساس سے روشناس کراتی ہے اور انسان کو اس بات کا واضح پیغام دیتی ہے کہ ذاتِ باری ہر شے سے واقف ہے وہ ہر رات کو صبح سے بدل سکتا ہے۔ کائناتی عوامل میں روشنی کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں اور اگر یہ روشنی چاند کی ہو جو رات میں آنکھوں کو خیرہ کرتی ہے اقبال اس میں بھی انسانی ذات کے لیے عقل و فہم کے در وا کرتے ہیں اور انسان کو محو غم روش سے اجتناب برتنے کی تلقین کرتے ہوئے اللہ کی ذات کے مظاہر کی کھوج کا درس دیتے ہیں۔ مثلاً:

؎ آفرینش میں سراپا نور تُو، ظلمت ہوں مَیں

اس سیہ روزی پہ لیکن تیرا ہم قسمت ہوں میں (۳)

اقبال ہر ذرے سے مقصدیت تلاشنے کے قائل ہیں ان کے نزدیک یہ کائنات ایک گورکھ دھندہ ہے ان کی مثال بالکل پیاز کے چھلکے کی مانند ہے مگر اس میں اگر محنت و ریاضت سے کام لیا جائے تو نہ صرف انسانی عقل رب تعالیٰ کی ذات کے مظاہر سمجھنے میں کامیاب رہے گی بلکہ اپنے خیالات و احساسات کی ترجمانی بہتر طریقے سے کر سکے گی۔ وہ اس نکتے کی وضاحت اس شعر سے کرتے ہیں۔

؎ یہ کائنات چھپاتی نہیں ضمیر اپنا

کہ ذرے ذرے میں ہے ذوق آشکارائی
کچھ اور ہی نظر آتا ہے کاروبارِ جہاں
نگاہ شوق اگر ہو شریک بینائی (۴)

شبنم ایک بے ضرر سا قطرہ ہے جس کی خوبصورتی نے ظلمت سے بچاؤ کے لیے تمام پودوں کو رب کی طرف سے اس قطرے سے حفاظت رہی ہے یہ قطرہ بھی تیرے دروازے تک سائی کا قائل ہے۔ اقبال لکھتے ہیں:

کھینچیں نہ اگر تجھ کو چمن کے خس وخاشاک

گلشن بھی ہے اک سر سرا پردہ افلاک (۵)

اقبال کی شاعری کے ہر پہلو میں گہری فلسفیانہ معنویت ملتی ہے مگر اقبال کی نثر خاص طور پر خطبات کی صورت میں نسل انسانی کی بقا کو بڑی اہمیت دیتی ہے کہ انسان اپنے ہونے اور مقصد تخلیق پر گہری اور عمیق نگاہ ڈالے۔ اپنے ان تصورات پر حق اور ناحق کے معیارات قرآن اور سنت رسول ﷺ سے مستعار لیے۔ انہوں نے انسان کے شعوری زاویوں کا منبع و مرکز اوران کی کڑی رب تعالی کی ذات سے جوڑنے کی کوشش کی ہے۔

نفس اور آفاق یہ دو بنیادیں ہی ان فلسفیانہ مباحت کی اہم کڑی ہیں جن کے تئیں انسان اپنی سوچ کو محدود و لا محدود تک لے جانے کا متمنی ہوتا ہے۔ انسان کو قدم قدم پر کائنائی عوامل کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ عوامل مختلف صورتوں میں ہوا آگ پانی اس کی مدد کے لیے موجود ہیں۔ ان کی باہم دستیابی قدرت کے انتظامات میں اہم ترین عناصر ہیں، ان کا وجود انسان کے بہت سے کاموں کو سہل کرتا ہے کبھی بھی انسان نے ان کی اصل کو جانچنے کی کوشش نہیں کی۔ اقبال اس پر غور و فکر کی نہ صرف تلقین کرتے ہیں بلکہ انسان کو اپنی سوچ کو لا محدود ذرائع تک لے جانے کا درس دیتے ہیں۔ ایسی بنیادیں ہیں جن کے ذریعے انسان پر قدرت کے مظاہر دھیرے دھیرے آشکار ہوئے ہیں۔

یہ کائنات محض دل لگی کے لیے نہیں بنائی گئی بلکہ یہ حقیقت ہے ایسی حقیقت جس تک رسائی اور اس کے تمام درجے انسان کے لیے قدم قدم پر رہنمائی کا ذریعہ ہیں۔ جس طرح کوئی تصویر اس کے مقدور کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ ٹھیک اس طرح یہ کائنات ہر ذی روح کو تحقیق کا راستہ فراہم کرتی ہے۔ کائنات کی ساخت اور بناوٹ وسعت کی حامل ہے۔ اس کی سیر اور اس کے ہر پہلو کو انسان سمجھے اور غور کرے تو اس کے لیے ذات تک رسائی آسان ہو جاتی ہے۔ بہت سے مفکرین اور سائنس دان اسے محض ہنگامی ایجاد تصور کرتے ہیں بلکہ مذہت اسلام میں اس بات کو بہت مدلل اور خوبصورت انداز سے بیان کیا گیا کہ رب نے اپنی ذات کی کبریائی اور اس تک تلاش کی تمام راہیں ہموار کرنے کے لیے اس کائنات کو تخلیق کیا۔ اقبال نے اپنے خطبے میں اس طرف اشارہ کیا ہے۔

کائنات میں مسلسل حرکت کا عمل جاری و ساری ہے یہ رکی ہوئی یا جامد نہیں۔ اس میں ہر لمحے ہر پل تغیر ہے۔ ہر ذی روح اپنی پیدائش سے موت تک جن مراحل سے گزرتا اور اس دوران میں جن جذبات سے ہمکنار اور شکار ہوتا ہے وہ یہ کہ ہر شے کو اپنے اصل کی طرف لوٹنا ہے یہ اصل رب سے بندے کا نہ ٹوٹنے والا تعلق ہے۔ اقبال اس پہلو کی طرف بار بار انسان کو متوجہ کرواتے ہیں۔

انہوں نے وجود اور ذات کے مابین کی کشمکش کو لفظی سانچے میں یوں ڈھالا ہے، سورج اور چاند کے آنے میں رات اور دن کے بدلنے میں، سیاروں کی گردش زمین پر نباتات کی افزائش انسان کا ہر دوسری شے سے واقفیت حاصل کرنا توجہ طلب پہلو ہیں جن کے متعلق ہر شخص کو گہرائی اور گیرائی سے سوچنے کی ضرورت ہے۔

اقبال ایک اور پہلو جس کی طرف اشارہ کرتے ہیں وہ ہے اولو الالباب عقل والے صاحبِ شعور، فلسفی، مفکر گہرائی ناپنے والے سوچ کا دائرہ کار وسیع رکھنے والے حیات و ممات کے تقاضوں پر تیسرا پہلو ڈھونڈ کر حل نکالنے والے افراد کو ہی کامیاب سمجھتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو انسانی ذات کا رابطہ ہر حال میں خالقِ دوجہاں سے جوڑنے کے قائل ہیں، کبھی مایوس نہیں ہوتے یہ ہر حال میں شکر خداوندی کو بجالا کر متصور کی کڑی تپسیا کے حصول کی لگن میں رہتے ہیں، بالآخر فلاح کے دروازے پر دستک دے کر اسے حاصل کر جاتے ہیں۔

اقبال نے اپنے خطبات میں کائنات کے تخلیقی عمل کو تفکر آمیز نظر سے دیکھنے کو کہا ہے کیونکہ پختہ ارادے کے ذریعے تجربات اور مشاہدات کی روشنی سے ہر ناممکن شے ممکن دکھائی دیتی ہے یہ ناممکنات ہی دراصل معراج انسانی تمام مراحل تک رسائی کا ذریعہ ہیں۔

اقبال نے زمین اور آسمان کے فرق پر سوالات اٹھائے ہیں یہ بات تحیر اور فکر سے لبریز ہے کہ کیسے زمین بالکل گول اور غیر متوازن ہونے کے باوجود کس طرح اپنے مدار میں قائم و دائم ہے بنانے والے ربِ کائنات نے اس کی تخلیق میں کمال مہارت کا درس دیا، نہ سمندروں کی مجال ایک دوسرے کو اچک لیں نہ زمین میں موجود اسرار و رموز اور پگھلتا کھولتا ہوا لاوا اس کے حکم کے بغیر نقصان کا باعث بن سکتا ہے۔ گویا انسان قدم قدم پہ دنیا و مافیہا کے عناصر کی جولانی سے مستفید یا فیض یاب ہوتا ہے۔

فطرت کا ہر ذرہ قابل تسخیر ہے کوئی بھی پہلو انسان کے لیے ناقابل تسخیر نہیں پیدا کیا گیا۔ اقبال کے ان خطبات میں "قم باذن اللہ" یعنی کہ ہر ذرہ اس کا ثاقب ہے اس کا حکم بجالاتا ہے۔ اس نے اتنی حکمت ہر پہلو میں پوشیدہ رکھی ہے کیونکہ وہ چاہتا تھا کہ انسان اس کی تلاش میں سرگرم عمل ہو۔ اقبال نے اپنے خطبات میں کائنات کو ایک مکمل عمل قرار دیا ہے ان کے مطابق کائنات اشیاء کا مجموعہ نہیں بلکہ یہ ایک قدرتی عمل ہے جس کے وقوع ہونے سے لے کر آج تک انسان اس میں رب کا خلیفہ اور نائب ہے یہ ٹھوس مادہ نہیں بلکہ حرکی تغیر سے مزین ایک ایسے پیچیدہ نظام سے بنائی گئی ہے جو اپنے اندر کئی راز بیاں کرتی ہے۔ انسان کو ہر لمحے سنجیدگی سے ذات الٰہی کی طرف رغبت دلاتی ہے انسان کبھی بھی

بغیر تحقیق کیے نہیں رہ سکتا۔ یہ دل اور اس میں موجود تمام خواہشیں و سوچیں قدریں گوشہ نشینی اختیار کریں اور پھر اس کائنات میں بے شمار اسرار تلاشیں تاکہ وہ سمجھ سکیں ہر موجود شے کس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

اقبال نے مختلف اور متنوع انداز میں اپنی شاعری میں اور خطبات میں کائنات کی وضاحت کی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ انسان محدود سے لامحدودتک رسائی حاصل کرے ذات تک سفر آسان اور میل بنائے اور اپنی ہر مشکل کا حل ان فلسفیانہ مباحث کو سمجھ کر نکالے۔

کلام اقبال میں بے شمار موضوعات کا بیان دراصل نوجوان نسل کے مسائل کا حل ہے۔اقبال نے جہاں اپنی شاعری سے امت مسلمہ کو بیدار کرنے کی کوشش کی۔وہیں بقائے ابن آدم کے نہ صرف مسائل کی نشاندہی کی بلکہ ان کا حل بھی تلاش کیا۔ان کے نزدیک تمام معاشی معاشرتی سیاسی سماجی مسائل کا حل صرف اور صرف قرآن پاک اور اسوہ حسنہ ﷺ پر عمل کرنے میں ہے۔

اس ضمن میں اقبال نے "The reconstruction of religious thoughts in Islam" کے عنوان سے 7 پر معزز خطبات دیے۔جن کے موضوعات کا دائرہ کار اتنی وسعت کا حامل ہے کہ ان کے تحت تصور خودی، حرکت و عمل، جبر و قدر، حیات بعد الموت، تصورابتدائے کائنات اور الاجتہاد جیسے فلسفیانہ مباحث کی تفہیم ممکن ہوتی ہے۔

کائنات کی ابتدا کن فیکون سے ہوئی پھر تخلیق انسان سے اسے بسایا گیا۔اقبال نے اپنے پہلے خطبے میں روئے زمین کے آغاز وارتقا کے فلسفیانہ مباحث اور مقصدِ حیات پر غور وفکر کی تلقین کی ہے۔ان کے نزدیک آدمیت کی معراج اس میں ہے کہ وہ اس بنیادی نقطۂ آغاز کے گرد اپنی سوچ کا دائرہ کار وسیع رکھے۔اقبال نے اپنے خیالات کے اظہار کے لیے قرآن پاک اور اُسوۂ رسول اللہ ﷺ کے دلائل و براہین کو بہت خوب صورتی سے بیان کیا۔

اقبال نے قرآن پاک کی آیات کی تشریح وتوضیح سے انسانیت کو مسجود ملائک کے رتبے پر فائز کرانے والے بنیادی واقعے میں انسانی وجود کی اہمیت بیان کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔اقبال کے نظریہ کائنات کی فہم و تفہیم کے لیے ضروری ہے کہ سقراط کے نظریہ ارتقا کو سمجھا جائے۔سقراط یونانی فلسفی تھا اس کے نظریات کی دنیا قائل تھی۔اس نے کائنات کو سمجھنے کے لیے انسانی ذات کو دائرہ کار میں لاکر مطالعہ ارض وسما کرنا تھا۔سقراط کے نزدیک تمام دوسری مخلوقات میں انسان کو اہمیت حاصل ہونی چاہیے وہ ذات سے زیادہ وجود کی اہمیت کا قائل تھا کیونکہ اس کے نزدیک انسانی سوچ فکر اور طرز عمل میں ہر حیاتی پیکر پر غور وفکر کرنے اور اس کی تہہ میں اتر کر نتیجہ نکالنے کی صلاحیت بدرجہ اتم موجود ہے۔

سقراط کے نظریہ کونیات کو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں پرکھا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ انسانی نفس اور اس کا آفاق سے تعلق دونوں ہی مطالعہ کائنات کے لیے لازم و ملزوم ہیں۔اول الذکر کا تعلق طرز عمل سے ہے جبکہ دوسرا محنت و کوشش پر منحصر ہے۔ان دونوں

پہلوؤں کی وضاحت ہی دراصل زندگی کو پر کشش بنانے اور وسعت کا حامل بنانے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ اسلام کے مطابق مثالی زندگی کا نفاذ اس طرح سے ممکن ہے کہ انسان اپنے ہونے اور مقصد حیات میں توزان قائم کر کے اپنے طرز حیات کو درست کرنے کی کوشش کرے۔ محمد شریف بقا لکھتے ہیں:

> "اس نے اپنے مطالعے کے لیے انسان اور اس کی ذات کو اس قدر اہمیت دی کہ اس نے خارجی دنیا اور اس کی اشیا کی طرف توجہ نہ کی۔ اس کے نظریات کا لب لباب اور مقصود یہ تھاGnathic Seu ton(know Myself یعنی وہ معرفت نفس کا سب سے بڑا مبلغ تھا۔"(۶)

اقبال نے اپنے خطبات میں سقراط کے کے نظریات کو رد کیا اور انسانی ذہن میں تسخیر فطرت کی خواہش کا جواب قرآن کریم کی امثال سے دیا۔ جن کے مطابق انسان کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہر کائناتی مظہر پر گہری اور عمیق نگاہ رکھے غوروفکر کرے سوچے جس طرح کسی مصوری کے شاہ کار کو دیکھ کر مصور کی طرف دھیان جاتا ہے اسی طرح یہ کائنات اور اس میں موجود نباتات ،حیوانات، پہاڑ ،دریا، درخت ،چرند، پرند یہ سب اس بات کی دلیل ہیں کہ انہیں بنانے والی ایک ذات ہے۔ جو ہر شے پر قادر ہے۔ لہذا اقبال اس پہلو پر تدبر کرنے کے داعی ہیں۔ اپنے نظریات کی وضاحت کے لیے انہوں نے قرآن کریم سے ان آیات کو بیان کیا:

> "بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کے بدل بدل کر آنے میں عقل والوں کے لیے نشانیاں ہیں جو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے) ہر حال میں(خدا کو یاد کرتے ہیں اور آسمان اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے) اور کہتے (ہیں کہ اے پروردگار تو نے اس) مخلوق (کو بے فائدہ پیدا نہیں کیا تو پاک ہے تو) قیامت کے دن(ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔"(۷)

ایک اور مقام پر اس کا اظہار اس طرح فرمایا:

> "اور ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب فضول پیدا نہیں کیا۔"(۸)

اہلِ عقل کے لیے کائنات کے تغیر و تبدل میں نشانیاں ہیں۔ قرآنِ مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

"اللہ رات اور دن کو تبدیل فرماتا ہے بے شک اس میں آنکھ والوں کے لیے سمجھنے کا مقام ہے۔"(۹)

اللہ تعالیٰ کائنات میں موجود مظاہر کی قسمیں کھا کر ان کی اہمیت اجاگر کی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"تو مجھے شام کے اجالے کی قسم ہے اور رات کی اور ان چیزوں کی جنہیں رات جمع کر دے۔ اور چاند کی جب اس کا نور پورا ہو جائے۔"(۱۰)

اللہ تعالیٰ نے کائنات کے عوامل کو انسانی عقل کے لیے مجموعۂ معلومات قرار دیا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

"کیا تم نے نہ دیکھا کہ جو کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہیں سب کو اللہ نے تمھارے لیے کام میں لگا رکھا ہے اور اس نے تم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں پوری کر دیں اور کچھ لوگ اللہ کے بارے میں جھگڑے ہیں حالانکہ) انہیں (نہ علم اور نہ عقل اور نہ کوئی روشن کتاب۔" (۱۱)

درج بالا بیان کردہ آیات سے اقبال کے نظریات کی وضاحت نہایت مدلل انداز سے ممکن ہوتی ہے۔ وہ سورج اور چاند کی گردش ہو یا رات دن کا آنا جانا، زمانے کے تغیرات اور اس سب سے بڑھ کر اس پوری کائنات میں خدائے لم یزل کے مظاہر فطرت یہ سب اس نکتے پر آکر رکتے کہ انسان محض عبادات کے لیے نہیں پیدا کیا گیا بلکہ اس کی عقل، فہم، شعور، تحت الشعور میں پنپنے والے خیالات اور ان کے جوابات ہی اسے اوج تک پہنچا سکتے ہیں۔ اسی باعث انسان اپنی ذات سے ہٹ کر پورے عالم پر نظر رکھے۔ انسان کی سوچ کا دائرہ کار اس کرۂ ارض تک ہی محدود نہیں ہونا چاہیے بلکہ اسے کہکشاؤں ستاروں اور ان کے اسرار و رموز کو سمجھنے کی بھی جدو جہد کرنی چاہیے یہی وجہ ہے کہ اقبال جیسے دانش مند فلسفی نے تمام کائنات کے ارتقائی عمل پر سوچنے کی تلقین کی۔

حوالہ جات وحواشی

۱۔ غلام رسول مہر: مطالب بانگ درا، (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۹۷ء)، ص ۱۱

۲۔ ایضاً، ص ۷۷

۳۔ ایضاً، ص ۱۱۳

۴۔ علامہ اقبال: ارمغان حجاز، (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۶۴ء)، ص ۹۲

۵۔ علامہ اقبال: ضرب کلیم،(لاہور: کپور آرٹ پرنٹنگ ورکس، ۱۹۴۴ء)، ص۹۹

۶۔ محمد شریف بقا: خطبات اقبال ایک جائزہ ،(لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، ۱۹۹۱ء)، ص ۱۰

۷۔ سورۃ ال عمران: آیت ۱۹

۸۔ سوۃ الاحقاف: آیت ۳

۹۔ سورۃ ص: آیت ۲۸، ۲۷

۱۰۔ سورۃ النور: آیت ۳۳

۱۱۔ سورۃ الانشقاق: آیت ۱۵، ۱۳

۱۲۔ سورۃ القمان: آیت ۲۰

ماخذات

قرآنِ مجید: الہامی مصحف

اقبال، علامہ: ضرب کلیم، لاہور: کپور آرٹ پرنٹنگ ورکس، ۱۹۴۴ء

اقبال، علامہ: ارمغان حجاز، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۶۴ء

بقا، محمد شریف: خطبات اقبال ایک جائزہ، لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، ۱۹۹۱ء

مہر، غلام رسول: مطالب بانگ درا، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۹۷ء